نظیر کا نام شیخ محمد ولی تھا یہ مغل فرمارواں محمد شاہ کے عہد میں یعنی 1735ء کے آس پاس دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد فاروق تھا۔ وہ فوج میں ملازم تھے۔ اور زیادہ تر دہلی سے باہر رہتے تھے۔ ایک مکتب سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی طبیعت میں موزونیت فطرت سے ملی تھی اس لئے شاعری شروع کی۔ نظیر کی والدہ نواب سلطان خاں، قلعہ دار آگرہ کی بیٹی تھیں بیاہ کر دہلی آگئی تھیں۔ نظیر سے پہلے ان کے گیارہ بارہ بچے پیدا ہوئے مگر کوئی سال چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ نظیر ان کی آخری اولاد تھے۔ بڑے ہی منّتوں سے پیدا ہوئے۔

نظیر اکبرآبادی کی کوئی مستند سوانح عمری ہے ہی نہیں۔ عبد الغفور شہباز نے "زندگانی بے نظیر" لکھی ضرور ہے۔ لیکن اس میں یہ تفصیلات نہیں۔ لیکن ان کی پیدائش کے واقعات کو عبدالغفور شہباز نے بڑے ہی دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے کہتے ہیں ؎

Scanned with CamScanner

”ایک پہنچے ہوئے بزرگ کی شہرت سن کر نظیر صاحب کے والد دعا کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے فقیر نے پانچ پھول دئے اور کہا کہ سونگھ کر دردیا میں ڈال دینا اور پھر ہمیں بتانا نظیر صاحب کے والد نے ایسا ہی کیا ایک پھول سیدھا پڑا باقی سب پٹ یعنی الٹے۔ بزرگ نے سن کر بتایا کہ صرف تیرا ایک بیٹا زندہ رہے گا اور تیرے نام کو قیامت تک زندہ رکھے گا پھول کی طرح اس کی خوشبو دور دور تک پھیلے گی۔

لہذا جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو اس کے دونوں کانوں میں فقیر کے نام کی بالی پہنا دی گئی۔ نظیر صاحب کی صرف ایک تصویر ملتی ہے وہ بھی کسی سے بعد میں بنوائی گئی ہے۔ اس میں ان کا انداز حلیہ، وضع قطع بالکل فقیروں کا سا ہے کان میں بالا پہنے ہوئے ہاتھ میں بل دار عصا، سر پر اونچی ٹوپی، پیر میں نوکیلی جوتی جسم پر لمبا کرتا اور اونچی دھوتی اور اس فقیری کا ہی رنگ ان کی شاعری پر گہرا ہے۔

Scanned with CamScanner

نظیر اکبرآبادی کی شاعری اپنی ایک علیحدہ دنیا رکھتی ہے انہوں نے دبستان لکھنؤ کی جوانی کا نکھار بھی دیکھا اور میر و سودا کی بہار سخن بھی دیکھی لیکن ان کی آزاد طبیعت نے انہیں کسی دبستان کا پابند نہیں ہونے دیا۔

نظیر اکبرآبادی کو اُردو کا پہلا عوامی شاعر تسلیم کیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ زندگی کے ہر پہلو کو شدت سے محسوس کرتے اور غور و فکر کے بعد سے اپنی شاعری میں سمادیتے اور اپنی شاعری کا موضوع بھی انہیں مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے بناتے اُردو کے دیگر شعراء کے یہاں فلسفہ ہے تغزل ہے۔ لفظی و معنوی صنائع ہے جن سے اہل علم لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن ایک عام اور بنا پڑھا لکھا نہیں سمجھ پاتا کیوں کہ ان میں عوام کے دلوں کی دھڑکنیں نہیں ہوتیں۔ نظیر صاحب عوام کے شاعر تھے۔ وہ ہندو مسلم، سب کے غم و ماتم میں شریک ہوتے، عید، شب برأت، ہولی، دیوالی، دسہرہ غرض ہر تہوار پر نظمیں لکھتے تھے ایک طرف خواجہ معین الدین چشتی کی تعریف کرتے تو

Scanned with CamScanner

دوسری طرف گروناک کو بھی نذر عقیدت پیش کرتے ہیں۔

نظیر اکبرآبادی جشن زندگی کے بڑے شاعر کہے جاتے ہیں۔ ان کی جمالیات کے دائرے میں انسان اس کی تمدنی اور تہذیبی زندگی، مناظر حسن و جمال، رقص حیات محبتوں کے نغمے، زندگی سے ہم آہنگی سب شامل ہے۔ انہوں نے پورے معاشرے کو گرفت میں لینے کی کوشش کی اور معاشرے کے جمالیاتی نقوش شاعری میں لائے ہیں۔ انہیں زبان پر عبور حاصل تھا ان کی شاعری کا رشتہ کلچر سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ پڑھے لوگ ہوں یا ان پڑھ سب اس شاعری کے دلدادہ رہے ہیں الفاظ کے انتخاب میں سنجیدگی اور الھڑپن بھی ہے سادگی بھی اور تازگی بھی۔ طربیہ اور المیہ دونوں کے لئے کلام نظیر میں متحرک کیفیات ہیں۔ نظیر کا وژن ایک مصور کا وژن ہے تصویر کاری کی خوبصورت تکنیک، الفاظ کے ساتھ فنکارانہ انداز میں نظیر کی ہی خوبی ہے۔ عام فہم اور مروج الفاظ کے ساتھ نئے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

جو نظیر کے خود گڑھے ہوئے ہیں۔ الفاظ کو نئی صورت دینے کا کمال نظیر کو ہی حاصل ہے۔ کبھی ان کی نظموں میں ہمیں ایک مست قلندر ملتا ہے تو کبھی ایک بڑا فلسفی ناصح شاعر کوئی ولی کامل جو دنیا کی بے ثباتی پر لیکچر دے رہا ہو۔ ان نظم "موت پر" اور" بنجارہ نامہ" ایک تازیانہ عبرت ہے۔

نظیر صاحب عوام کے مسائل کو ہی اپنی نظموں میں موضوع بنایا۔ پر نظیر صاحب کبھی اپنے اشعار کی نقل نہیں رکھی، ان کے شاگرد راجا بلاس رائے کے لڑکے استاد کا کلام اکٹھا کرتے اور سنبھال کر رکھتے تھے اس طرح ایک حصہ تو محفوظ کیا مگر بہت سا ضائع بھی ہوگیا۔ پھر بھی جو کلام مختلف ادبی شخصیتوں مثلاً عبدالغفور شہباز، مخمور اکبرآبادی، مرزا فرحت اللہ بیگ، عبدالباری آسی وغیرہ کی کوشش سے اکھٹا ہوکر شائع ہوا وہ بڑے سائز کے ہزار صفحات کا ہے۔

Scanned with CamScanner

نظیر اکبرآبادی نے تاج محل پہ بھی ایک بہت خوبصورت نظم لکھی ہے اس کا عنوان"روضہ تاج گنج" ہے دو بند اس کے بھی پیش ہیں تاکہ تاج محل کی خوبصورتی کا اندازہ ہوجائے۔ اور نظیر کے کلام کی خوبیوں کا بھی ؎

یارو جو تاج گنج یہاں آشکار ہے

مشہور اس کا نام یہ شہر و دیار ہے

خوبی میں سب طرح کا اسے اعتبار ہے

روضہ جو اس مکاں میں دریا کنار ہے

نقشے میں اپنے یہ بھی عجب جوش نگار ہے

صرف سیر و تفریح کھیل تماشے ہی نظیر صاحب کی شاعری نہیں بلکہ زندگی کی حقیقتوں پر بھی گہری، سنجیدہ فلسفیانہ نظمیں ان کے یہاں ہیں اور سب کا بیان صاف اور سادہ ہے۔

الٰہی نامہ، ہنس نامہ، تندرستی نامہ، فنا نامہ، جوگی نامہ، روٹی نامہ، کوڑی نامہ، آدمی نامہ

Scanned with CamScanner

اور بنجارہ نامہ سب کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

بنجارہ نامہ میں زندگی اور موت کی ایک دنیا بکھری پڑی ہے۔

ٹک حرص و ہوس کی چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا

قزاق اجل کا لوٹ ہے دن بجاکر نقارہ

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائیگا جب لاد چلے گا بنجارہ

لہٰذا نظیر اکبرآبادی ہندوستان کے ان قدیم شہرت یافتہ شعراء میں سے ایک ہیں۔ جنہیں قیامت تک فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔غرض ہر اعتبار سے نظیر اکبرآبادی خالص ہندوستانی شاعر کہے جانے کے مستحق ہیں آپ نے اپنے کلام کے لئے وہی زبان منتخب کی ہے جو عام طور پر ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس طرح نظیر اکبرآبادی ایک عوامی شاعری

Scanned with CamScanner